حافظ عبدالرشید ارشد　　روایت: حضرت مولانا مفتی ممتاز احمد تھانویؒ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کی یادگار ملاقات

حضرت حافظ عبدالرشید ارشد (مدیر ماہنامہ الرشید لاہور) عالم باعمل، صاحب طرز انشاپرداز اور پرانی وضع کے آدمی ہیں۔ نہایت شریف الطبع اور مستقل مزاج، کھرے کردار کے حامل اور جدید منافقانہ تہذیبی رویوں سے کوسوں دور۔ من کے سچے اور دھن کے پکے۔ تمام عمر محنت مزدوری اور تجارت کر کے رزق حلال کمایا۔ اب بھی ضعیف العمری کے باوجود کتابوں کی تجارت کرتے ہیں۔ ''بیس بڑے مسلمان'' اور ''بیس مردان حق'' جیسی شہرہ آفاق کتابوں کے مصنف ہیں۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ کے شیدائی، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے فدائی اور قافلہ ولی اللّٰہی علمائے حق (دیوبند) کے ارادت مندوں میں ممتاز ومنفرد شخصیت ہیں۔ ''ماہنامہ الرشید'' ان کے قلم کی جولانگاہ ہے۔ گزشتہ پینتیس برسوں سے دین کا علم تھامے پوری استقامت کے ساتھ اعلاء کلمۃ الحق کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ ''واردات ومشاہدات'' کے زیرعنوان اپنی بپتا لکھتے ہیں اور نقوش عظمت رفتہ اجاگر کرتے رہتے ہیں یہ ان کی آپ بیتی بھی ہے اور جگ بیتی بھی۔ بلا کا حافظہ ہے اور اسم بامسمیٰ ہیں۔ نصف صدی کے بے شمار واقعات کے حافظ ہیں۔ جن شخصیتوں سے ملے اور جن سے کسب فیض کیا ان کی روشن روشن باتیں انھیں ازبر ہیں۔ دیکھنے میں دھان پان اور نحیف وضعیف آدمی ہیں مگر عمل کے تسلسل کے اعتبار سے استقامت کا پہاڑ اور یادداشتوں کے حوالے سے چلتا پھرتا انسائیکلو پیڈیا ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں صحت کے ساتھ سلامت رکھے۔ (آمین) ذیل میں حضرت حافظ صاحب کے دو مضامین کے منتخب حصے قارئین کی نذر کئے جارہے ہیں۔ (۱) حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کی یادگار ملاقات (۲) ''امیر شریعت کے ایک جملے نے میرے دل سے پرویز کی شخصیت کا اثر ختم کر دیا'' (مدیر)

خلیفہ جی اعجاز رحمہ اللہ (م ۱۹۶۲ء) حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے خادم خاص، خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں قائم مدرسہ امدادالعلوم کے درجہ حفظ القرآن کے صدر مدرس، وارد ین خانقاہ کی سہولت کیلئے خانقاہ میں قائم کردہ ضروری اشیاء کی دکان کے انچارج، دکان معرفت سے دوائے دل لینے والوں کے خدمت گار، صاحب دل اور اہل اللہ میں سے تھے۔ ان کے ہاں تھانہ بھون میں ۱۹۲۱ء میں ایک فرزند نے جنم لیا ''ممتاز احمد'' نام رکھا گیا جو بعد ازاں اسم بامسمیٰ ثابت ہوا (حضرت مولانا مفتی ممتاز احمد تھانوی) ۱۹۲۱ء۔۱۹۹۷ء) حضرت حکیم الامتؒ سے مستقلاً فارسی کی ایک کتاب شروع درس نظامی کی تکمیل مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور سے کی تدریس کا آغاز خیر المدارس جالندھر سے اپنے استاد حضرت مولانا خیر محمد رحمہ اللہ کی زیرنگرانی کیا۔

آپ کے اس دور کے تلامذہ میں حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ کے فرزند و جانشین حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابو ذر بخاریؒ بھی ہیں۔ اسی زمانے کا قصہ ہے کہ شاہ جی رحمہ اللہ اپنے فرزند سے ملنے خیر المدارس تشریف لائے۔ پوچھا کون کون سی کتابیں پڑھتے ہو؟ تو ابن امیر شریعت نے کتب بتلائیں۔ ان میں ''بوستان'' بھی تھی، شاہ جی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ''بوستان'' تم دو تین مرتبہ پڑھ چکے ہو، اب پڑھنے کی کیا ضرورت تھی؟ جواب دیا کہ جیسی بوستان اب پڑھ رہے ہیں ایسی تو کبھی نہ پڑھی تھی۔ اب تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے یہ تصوف کی کتاب ہے۔ شاہ جی یہ سن کر بہت حیران ہوئے کہ بوستان میں تصوف کہاں سے آ گیا، پوچھا کہ کون پڑھاتا ہے؟'' بتلایا کہ ''مولوی ممتاز احمد تھانوی'' فرمانے لگے کہ ''پھر ٹھیک ہے، تصوف تو تھانہ بھون والوں کے گھر کی چیز ہے'' مفتی صاحب رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ بتلایا کہ میں ''مظاہر العلوم سہارنپور'' (انڈیا) میں طالب علم تھا، اس زمانہ میں حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ خطاب کے سلسلہ میں سہارنپور تشریف لائے۔ امیر شریعت کا نام کسی جلسہ کی کامیابی کی ضمانت تصور کیا جاتا تھا۔ شاہ جی رحمہ اللہ کی تقریر اپنے جوبن پر تھی کہ ہمارا وہاں سے گذر ہوا۔ کانوں میں دلکش اور سحر آمیز آواز پڑنے کی دیر تھی کہ قدموں میں زنجیر پڑ گئی، گرفتار ہو کر ہم بھی دوسرے قیدیوں کے ساتھ جا شامل ہوئے۔

بعض لوگوں نے شاہ جی سے عرض کیا کہ حضرت مدنی رحمہ اللہ اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ میں سیاسی اختلاف ہے اور آپ کا تعلق حضرت مدنی سے ہے یہاں کے لوگ تو دونوں کو سگے بھائی سمجھتے ہیں لیکن شاید آپ کی سوچ اس سے کچھ مختلف ہے! شاہ جی رحمہ اللہ بے ساختہ بولے لاحول ولاقوۃ الا باللہ میرے تو وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں۔'' اب شاہ جی رحمہ اللہ نے عملی طور پر غلط فہمی کا ازالہ کرنا چاہا اور تھانہ بھون حاضری کا ارادہ ظاہر کیا، مجھ سے گاڑی کے اوقات پوچھے، میں نے تفصیل سے سمجھا دیئے اصاغر کے ذھنوں میں اکابر کے تعلقات کے بارے میں سوءِ ظن کا یہ کیسا بہترین علاج ہے۔ شاہ جی رحمہ اللہ نے ایک خادم سے فرمایا کہ ''حضرت کی خدمت میں ہدیہ پیش کرنے کے لئے دس سیر مٹھائی لاؤ'' میں نے بتلایا کہ حضرت مٹھائی قبول نہیں فرماتے ہاں ''گھیور'' (ایک خاص قسم کی مٹھائی) قبول فرما لیتے ہیں اور وہ بھی بازار کی نہیں بلکہ یہاں سہارنپور میں ایک بابا جی کے ہاتھ کی بنی ہوئی، جو کہ حضرت شیخ الہند کے احباب و مخلصین سے ہیں۔'' اساتذہ و اکابر کے احباب کی مدد کرنے کی یہ کیسی احسن صورت ہے۔

شاہ جی رحمہ اللہ ملاقات و زیارت کے لئے بے چین ہو رہے تھے اور اسباب و لوازم جلد از جلد فراہم کرنا چاہتے تھے۔ فوراً کھڑے ہو گئے اور کہا کہ ''چلو بابا جی کے پاس لے چلو'' میں نے عرض کیا کہ اس وقت رات ہے، صبح چلے جائیں گے لیکن شاہ جی رحمہ اللہ نہیں مانے۔ چنانچہ اسی وقت بابا جی کے گھر پہنچے، دروازہ کھٹکھٹایا، اطلاع ملنے پر بابا جی رات کے لباس میں ہی باہر نکل آئے اور شاہ جی سے لپٹ گئے۔ کافی دیر باتیں ہوتی رہیں آخر میں شاہ جی رحمہ اللہ نے کہا کہ ''حضرت کے لئے دس سیر گھیور چاہیئے'' اب بابا جی کی دیانت ملاحظہ ہو کہنے لگے ''اس وقت میرے پاس جو سامان موجود ہے اس سے

بازار والا گھیور تو دس سیر تیار ہوسکتا ہے، لیکن جس طریقہ سے میں حضرت کے لئے تیار کرتا ہوں، وہ اتنے سامان سے سات سیر بنے گا، اس لئے وعدہ سات سیر کا کرتا ہوں اگر مزید سامان مل گیا تو دس سیر تیار کر دوں گا۔''

وہاں سے روانہ ہوئے تو میں نے عرض کی کہ'' یہ خیال رکھئے کہ حضرت ہدیہ قبول نہیں فرماتے'' شاہ جی رحمہ اللہ نے وفورِ خلوص میں داڑھی پر ہاتھ پھیرا اور کہا کہ میں قبول کروا کے چھوڑوں گا۔ بہر کیف شاہ جی اپنی قیام گاہ تشریف لے گئے اور میں مدرسہ لوٹ آیا۔ نظارۂ ملاقات کے اشتیاق نے ڈھنگ سے سونے بھی نہ دیا اور میں صبح کی گاڑی سے تھانہ بھون پہنچ گیا۔

خانقاہ کا تمام نظام حسب معمول جاری تھا اور میں حضرت کے معمولات کو بطور خاص دیکھ رہا تھا۔ حضرت گیارہ بجے کے قریب سہ دری سے اٹھے، جوتا پہنا، باہر نکلے اور پھر اندر چلے گئے، تھوڑی دیر کے بعد پھر اٹھے جوتا پہن کر باہر نکلے اور پھر اندر چلے گئے۔ تیسری مرتبہ بھی یہی ہوا۔ چوتھی مرتبہ اٹھے اور خلیفہ جی کے پاس گئے جو اسی وقت قرآن مجید پڑھا کر اٹھے تھے۔ فرمایا'' خلیفہ جی بھوک لگی ہوئی ہے، گھر جانا چاہتا ہوں، لیکن معلوم نہیں کیا بات ہے کہ دل میں کچھ رکاوٹ پیدا ہورہی ہے۔'' خلیفہ صاحب نے عرض کی کہ'' حضرت گاڑی کا وقت ہونے والا ہے، تھوڑی دیر انتظار کرلیں شاید کوئی مہمان آرہا ہو۔'' فرمایا کہ بات تو آپ کی معقول ہے۔'' پھر حضرت وہیں حوض کے پاس ٹھہر گئے۔'' دل کو دل سے راہ ہوتی ہے'' بے شک حقیقت ہے۔ خیال رہے کہ میں نے ابا جان سے شاہ جی رحمہ اللہ کی آمد کے بارے میں قطعاً کوئی ذکر نہیں کیا تھا۔

کچھ ہی دیر بعد بارہ بجے کی گاڑی سے شاہ جی رحمہ اللہ تشریف لے آئے، قلی سامان اٹھائے ہوئے ساتھ تھا۔ منزل پر پہنچ کر شاہ جی رحمہ اللہ نے اسے چونی دی وہ کہنے لگا'' میری اجرت دوآنہ ہے'' شاہ جی نے کہا تم چونی رکھ لو وہ کہنے لگا'' نہیں میں دوآنے ہی لوں گا'' اور پھر بازار سے چونی بھنا کر لایا اور دوآنے لے کر چلا گیا۔ واہ قلی کیا تھا ایک غیرت کا پیکر تھا۔

اب شاہ جی رحمہ اللہ خانقاہ میں داخل ہوئے، حضرت حوض پر ہی قیام فرما تھے۔ مصافحہ وسلام کے بعد حضرت نے حسب عادت پوچھا کون ہو؟ کہاں سے آئے؟ کیسے آئے؟ عرض کی عطاء اللہ نام ہے، اس وقت سہارنپور سے آرہا ہوں، ایک عرصہ سے حضرت کی زیارت کا اشتیاق تھا، الحمد للہ آج اللہ تعالیٰ نے دیرینہ آرزو پوری فرمادی۔

فرمایا'' مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب؟'' عرض کی'' لوگ یوں کہہ دیتے ہیں'' فرمایا'' اپنے منہ سے کہو'' عرض کی'' حضرت میں اپنے منہ سے کیسے کہہ سکتا ہوں'' حضرت کے ہاں تو قدم قدم پر اصلاح جاری رہتی تھی، فرمایا تعریفاً کہنا تو جائز نہیں، لیکن تعارفاً کہنے میں تو کوئی حرج نہیں''

بہر کیف دونوں حضرات تشریف فرما ہوئے۔ مزاج پُرسی کے بعد شاہ جی رحمہ اللہ نے عرض کی'' حضرت! یہ گھیور بطور ہدیہ لایا ہوں'' فرمایا'' میں پہلی ملاقات میں ہدیہ نہیں لیا کرتا'' عرض کیا'' میرے والد صاحب نے مجھے وصیت کی تھی کہ جب بھی کسی بزرگ کے پاس جاؤ تو کچھ نہ کچھ ہدیہ لے کر جاؤ، اس لئے قبول فرمالیجئے'' فرمایا'' میرے ابا کی وصیت یہ ہے کہ پہلی ملاقات میں کسی سے ہدیہ قبول نہ کرنا، آپ کو اپنے ابا کی وصیت کا احترام ہے تو مجھے اپنے ابا کی وصیت کا پاس

ہے''الغرض کچھ دیر اسی طرح اصرار وانکار ہوتا رہا پھر حضرت نے فرمایا''میں اب گھر جاتا ہوں اور آپ کے لئے کھانا بھیجتا ہوں، کھانا کھایئے، آرام کیجئے اور اس کا جواب سوچ رکھیے انشاءاللہ ظہر کے بعد ملاقات ہوگی۔''

حضرت کے جانے کے بعد خلیفہ جی رحمہ اللہ نے شاہ صاحب کو بیت الخلاء کا راستہ بتلایا تو شاہ جی رحمہ اللہ نے فرمایا''بیت الخلا کی حاجت نہیں، ہاں نہانا چاہتا ہوں۔''خلیفہ جی نے کہا کہ''یہاں کا اصول ہے کہ ہر نو وارد کو پہلے بیت الخلاء کا راستہ بتلا دیا جائے تا کہ ضرورت کے وقت دقت نہ ہو''پھر تھوڑی دیر کے بعد اطلاع دی کہ''غسل کے لئے پانی رکھوا دیا ہے، یہاں کا اصول یہ ہے کہ غسل میں ایک گھڑا پانی استعمال کیا جائے، لیکن چونکہ آپ پنجاب سے آئے ہیں، اس لئے میں نے آپ کے لئے دو گھڑے پانی رکھوا دیئے ہیں''سبحان اللہ خانقاہ میں ہر مہمان کی راحت کا کس قدر خیال رکھا جاتا تھا۔ اتنی دقیق مصالح کی رعایت تو لوگ اپنے گھروں میں بھی نہیں رکھ سکتے۔

ظہر کے بعد مجلس عام میں حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی نوازش اور شاہ جی رحمہ اللہ کی کیفیت کا منظر دیدنی تھا۔ شاہ جی رحمہ اللہ نے پوری محفل کو کشتِ زعفران بنا دیا۔ ہدیہ قبول کرنے کے سلسلہ میں پھر اصرار وانکار ہوا۔ آخر حضرت نے فرمایا کہ میں آپ کو اس کا جواب بتلاتا ہوں۔ آپ والد صاحب کا حوالہ مت دیجئے بلکہ یوں کہئے کہ''میں سید عطاء اللہ شاہ تمہیں حکم دیتا ہوں کہ ہدیہ قبول کرلو۔''پھر میں رکھ لوں گا اور یہ عذر کردوں گا کہ''عالم تھے۔ آل نبی ﷺ تھے، اس لئے ان کا حکم ٹال نہ سکا''شاہ جی رحمہ اللہ نے پھر اپنے منہ سے یہ نہ کہا بلکہ یوں عرض کی کہ''حضرت! جب آپ نے کہہ ہی دیا ہے تو اب قبول فرمالیجئے''خیر ہدیہ قبول ہوا اور اگلے روز شاہ جی واپس سہارنپور تشریف لائے۔

اعلان ہوا کہ امیر شریعت رحمہ اللہ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے واپس تشریف لا چکے ہیں، آج رات فلاں مقام پر خانقاہ کے انوار و برکات پر وعظ فرمائیں گے۔ پھر کچھ نہ پوچھئے کہ لوگ کہاں سے اُمڈے چلے آتے تھے گلیاں، بازار، چھتیں سب بھر گئیں اور اس جلسہ کی خصوصیت تھی کہ حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحب جو کسی جلسہ میں تلاوت نہیں کرتے تھے، انہوں نے خود خواہش فرما کر تلاوت کی اور پھر شاہ جی رحمہ اللہ کا سحر آفریں خطاب شروع ہوا۔ خطاب کیا تھا اک بحر مواج تھا۔ مجال ہے کہ کوئی متنفس ہلنے پایا ہو۔ حتیٰ کہ اذانِ فجر ہوگئی اور شاہ جی رحمہ اللہ پُرزور لہجہ میں کہہ رہے تھے۔

شب وصال بہت کم ہے، آسمان سے کہو
کہ جوڑ دے کوئی ٹکڑا شب جدائی کا۔۔۔

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی تلاوت کے بارے میں امیر شریعت نے فرمایا''بس آواز کا فرق ہے، ورنہ حضرت کا لہجہ بھی حجازی ہے اور خوب ہے، حضرت نے فجر کی نماز میں سورہ قیامت کی تلاوت کیا کی، قیامت ہی ڈھادی۔''

مفتی صاحب رحمہ اللہ شعر و شاعری سے بھی خاص دلچسپی رکھتے تھے، فارسی پر آپ کو مکمل عبور تھا۔ ایک مرتبہ حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ نے یہ واقعہ سنایا کہ جب حضرت خواجہ نظام الدین اولیا رحمہ اللہ کا جنازہ جا رہا تھا تو ایک شخص

(بقیہ صفحہ ۴۶ پر دیکھیں)

حافظ عبدالرشید ارشد　　ماضی کے جھروکے سے

امیر شریعت کے ایک جملے نے۔۔۔میرے دل سے پرویز کی شخصیت کا اثر ختم کر دیا

حافظ ریاض احمد اشرفی رحمۃ اللہ علیہ بڑے ہی نہیں بہت بڑے عالم دین تھے۔ شروع میں ان کا حال یہ تھا کہ جہاں کوئی روشنی نظر آئی اور محسوس ہوا کہ وقت کے تقاضوں کے مطابق کوئی کام ہو رہا ہے، ادھر متوجہ ہو گئے۔ لیکن ہر جانب جا کر، پھر کر، آخری عمر برسوں ایک ہی مشرب و مسلک پر ڈٹے رہے۔ حضرت مولانا محمد عبداللہ سلیم پوری رحمہ اللہ (خانقاہ سراجیہ کندیاں) سے بیعت ہو گئے۔ روزنامہ جنگ راولپنڈی میں دینی سوالوں کے مفصل جواب دیا کرتے تھے۔ بڑے دلچسپ بزرگ تھے۔ میں جب بھی راولپنڈی جاتا ان کی خدمت میں ضرور حاضر ہوتا۔ مجھے ماضی کے بعض ایسے واقعات سناتے جو میرے لئے نئے ہوتے کاش! ان سب کو لکھا ہوتا۔

ایک دفعہ فرمانے لگے: ''میں غلام احمد پرویز (منکر حدیث) کی تقریر سننے گیا۔ وہ دورانِ تقریر بہت رو رہے تھے۔ میں نے یہ واقعہ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ سے عرض کیا تو پنجابی میں فرمایا: ''جا او حافظا! پرویز دے رون توں متاثر ہو گیا ایں'' (واہ اے حافظ! آپ پرویز کے رونے سے متاثر ہو گئے ہیں) اور پھر وہ اپنے خاص لحن میں سورۃ یوسف کی آیت (۱۶) پڑھی......وَجَاؤُ اَبَاھُم عِشَاء یبکُون (سیدنا یعقوب علیہ السلام کے بیٹے)''اور آئے باپ کے پاس رات کو روتے ہوئے''

یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے انہیں کنویں میں ڈال دیا اور رات کو روتے ہوئے باپ (سیدنا یعقوب علیہ السلام) کے پاس آئے اور کہا کہ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا ہے۔

حافظ ریاض احمد اشرفی فرماتے کہ حضرت امیر شریعت کا یہ آیت پڑھنا تھا کہ میری لوحِ قلب سے پرویز کی تقریر اور شخصیت کا اثر مٹ گیا''.......ع .... حکایتے لذیذ بود دراز تر گفتیم

(مطبوعہ: ماہنامہ الرشید، لاہور ''واردات و مشاہدات'' اشاعت خاص بیاد سید ابوالحسن علی ندوی و مولانا یوسف لدھیانوی شہید (جولائی ۲۰۰۰ء، صفحہ ۳۲۲، ۳۲۴)

(بقیہ از صفحہ ۴۵)

نے بڑے سوز و گداز سے یہ اشعار پڑھے۔

سرو سیمیناں بصحرا می روی　　سخت بے مہری کہ بے ما می روی
اے تماشا گاہ عالم روئے تو　　تو کجا بہر تماشا می روی

مفتی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے عرض کی ''حضرت! ان شعار کی روح تو آپ نے چھوڑ دی'' فرمایا'' وہ کیا؟'' میں نے یہ شعر پڑھا۔

دیدۂ سعدی و دل ہمراہ تست　　تا نہ پنداری کہ تنہا می روی

یہ سن کر شاہ جی رحمہ اللہ پھڑک اٹھے اور بہت داد دی۔ (مطبوعہ: ماہنامہ الرشید لاہور، اکتوبر ۱۹۹۳ء)